28

جماعت احمدیہ کی ترقی کے دن قریب سے قریب تر آ رہے ہیں

(فرمودہ 9/ اگست 1946ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مَیں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ جماعت اپنے فرائض کو قطعاً ادا نہیں کر رہی مگر یہ ضرور کہنا پڑتا ہے کہ اپنے مقصد کی اہمیت کے مطابق ہماری جماعت کی کوشش پوری نہیں اترتی۔ اسلام پر ایک ہزار سال سے تنزل اور انحطاط کی حالت جاری ہے جیسا کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الْفَیْجُ الْاَعْوَجُ 1 کہ سب سے خیر کا زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر دوسری صدی پھر تیسری صدی اس کے بعد تاریکی اور ظلمت کا زمانہ ہو گا۔ جیسا اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ 2 کہ اللہ تعالیٰ ایک امر کی آسمان سے تدبیر کرے گا اور زمین پر اس کی اشاعت ہو گی۔ اس جگہ امر سے مراد اسلام ہے۔ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ پھر ترقی کے بعد اسلام ہزار سال میں آسمان کی طرف اُٹھنا شروع ہو جائے گا۔ آسمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھنا شروع ہو گا۔ اس میں یہ بتایا کہ چونکہ یہ دین اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے اِس لئے اس کی طرف چڑھے گا۔ اگر یہ انسانوں کا بنایا ہوا دین ہوتا تو وہ انسانوں کی طرف لَوٹتا۔ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ کہ اللہ تعالیٰ ایک ایک کر کے اپنے احکام واپس لے لے گا اور اسلام کی ترقی اور اسلام کا غلبہ تین سو سال کے بعد رُک جائے گا اور مسلمان اسلام پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ پہلا تین سو سال

خیر کا زمانہ اور ہزار سال یہ سب مل کر تیرہ سو سال کا زمانہ بنتا ہے اور آج اسلام پر چودھویں صدی نصف سے اوپر گزر رہی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ پونے گیارہ سو سال اسلام کا تنزل کا زمانہ ہو گیا۔ اسلام کی یہ کمزوری کوئی معمولی کمزوری نہیں اور یہ تکلیف کوئی معمولی تکلیف نہیں۔ انسان ایک دن کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا، دو تین دن کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا اور ایک مہینہ یا چند مہینے یا ایک سال کی تکلیف تو اُس پر بارِ گراں بن جاتا ہے جس کی برداشت کے قابل وہ اپنے آپ کو نہیں پاتا۔ اور اگر پانچ دس سال کی تکلیف ہو تو اس پر دشمن کو بھی رحم آجاتا ہے۔ لیکن کیا یہ گیارہ سو سال کا تنزل جو اسلام کو ہر قدم پر نیچے کی طرف لے جا رہا ہے اور کیا اِتنی لمبی کمزوری اور اِتنی لمبی تکلیف ایسی نہیں جس سے اپنوں کے دلوں میں اسلام کے لئے رحم پیدا ہو اور وہ اسلام کی اس حالت کو دیکھ کر اپنی غفلت اور سُستی کو ترک کر دیں اور اسکی کمزوری اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے بیدار ہونے اور مقابلہ کرنے کی ضرورت کو محسوس کریں؟ بے شک یہ درست ہے کہ باقی مذہبی جماعتوں میں سے کوئی اَور جماعت ایسی نہیں جو دین کی خاطر اِتنی قربانی کرتی ہو، جتنی قربانی ہماری جماعت کرتی ہے۔ اور اس بات کا دوسرے لوگوں کو بھی اعتراف ہے کہ اگر آج کوئی جماعت دین کی خاطر قربانیاں کرتی ہے تو وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہے۔ لیکن اگر قربانی کے سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھا جائے تو بحیثیت مجموعی جماعت کی قربانیوں کو عظیم الشان قربانیاں نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں زید اور بکر کا سوال نہیں۔ سوال تو جماعت کا ہے کہ جماعت نے کس حد تک اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا ہے اور اس کے لئے کس حد تک تیاری کی ہے۔ فرض کرو کسی شخص کے سامنے کھانا پکانے کا سوال درپیش ہے۔ اب اس کے لئے آٹے کی بھی ضرورت ہے۔ اگر سالن پکانا چاہیں تو کسی سبزی یا دال کی بھی ضرورت ہے۔ نمک اور مرچ کی بھی ضرورت ہے۔ لکڑیوں کی بھی ضرورت ہے۔ چولہے کی بھی ضرورت ہے۔ ہنڈیا کی بھی ضرورت ہے۔ توے کی بھی ضرورت ہے اور پُھکنی کی بھی ضرورت ہے۔ جب تک یہ تمام اشیاء مہیا نہ ہوں کھانا تیار نہیں ہو سکتا۔ اب ایک شخص ایسا ہے جس نے اِن چیزوں میں سے کچھ بھی جمع نہیں کیا۔ ایک اَور شخص ہے جس کے پاس صرف پُھکنی ہے۔ نہ چولہا ہے نہ لکڑیاں ہیں اور نہ ہی باقی سامان ہے کہ وہ لکڑیوں کو جلا کر کھانا

تیار کر سکے۔ ایسے شخص کو خالی بُھکنی کیا کام دے گی۔ ایک اَور شخص ہے جس کے پاس بُھکنی بھی ہے، لکڑیاں بھی ہیں لیکن نہ اس کے پاس چولہا ہے نہ توا ہے نہ دیگچی ہے۔ ایسا شخص بھی کھانا تیار نہیں کر سکتا۔ ایک اَور شخص ہے جس نے آٹے کا بھی انتظام کر لیا ہے، بُھکنی کا انتظام بھی کر لیا ہے، اس کے پاس لکڑیاں بھی ہیں اور اس کے پاس چولہا بھی ہے لیکن اس کے پاس ہنڈیا اَور توا نہیں۔ تو ایسا شخص بھی کھانا نہیں تیار کر سکتا حالانکہ اس نے بہت سی چیزیں جمع کر لی ہیں۔ یہ سب اشخاص ایک دوسرے سے نسبتاً اچھے ہیں اور جتنا کسی نے سامان جمع کیا ہے اس کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کامیابی کے زیادہ قریب ہے۔ لیکن کامیاب ہونے کے لئے اسے ابھی کئی اور چیزوں کی ضرورت ہے۔

پس یہ درست ہے کہ ہماری جماعت کی جدوجہد دوسری جماعتوں سے بہت زیادہ ہے اور نہ ہندوؤں میں سے اور نہ عیسائیوں میں سے اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی فرقہ ایسا ہے جو مذہب کی خاطر ایسی قربانی کرتا ہو جیسی ہماری جماعت کرتی ہے۔ بلکہ بعض حالات میں تو سیاسی جماعتوں سے بھی ہماری جماعت بڑھ گئی ہے۔ لیکن ابھی کُلّی طور پر ہماری جماعت کو فوقیت حاصل نہیں۔ اور اِس بات کی ضرورت ہے کہ جماعت اپنے تمام کاموں میں کُلّی طور پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ کام ہو نہیں سکتا جب تک کہ جماعت کے افراد اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پاگلوں اور دیوانوں کی طرح کوشش نہیں کرتے۔ لوگ ابھی تک ہماری جماعت کو پاگل نہیں کہتے۔ جس دن سے لوگ تمہیں پاگل اور مجنوں کہنا شروع کریں گے تم سمجھو کہ تم اپنے مقصد کے بہت قریب پہنچ گئے ہو۔ لوگ رسول کریم ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو عقلمند نہیں کہتے تھے بلکہ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو مجنون کے نام سے یاد کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ لوگ تیرے متعلق کہتے ہیں اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ 3 کہ تُو مجنون ہو گیا ہے۔ اور صرف رسول کریم ﷺ کو ہی مجنون اور پاگل نہیں کہا گیا بلکہ تمام انبیاء کے متعلق لوگ یہی سمجھتے رہے ہیں کہ ان پر دیو سوار ہے۔ یہ پاگل ہو گئے ہیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ پاگل ہو گیا ہے، کسی نے کہہ دیا کہ عقل ماری گئی ہے، کسی نے مجنون اور دیوانہ نام رکھ دیا۔ ان تمام باتوں کے

مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ آخر لوگ ان کو ایسا کیوں کہتے تھے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے سامنے جو مقصد تھا اُس کو حاصل کرنے کے لئے وہ کسی روک کی پروا نہیں کرتے تھے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ ان کے سر پھوڑ دیئے گئے، ان کا خون بہایا گیا، وہ جلا دیئے گئے، چِیر دیئے گئے، تباہ و برباد کر دیئے گئے لیکن وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے قدم آگے ہی بڑھاتے گئے۔ ان کو لوگ پاگل اس لئے کہتے تھے کہ دنیا کے عقلمندوں کو ان کی تمام باتیں الٹی نظر آتی تھیں۔ دنیا کے لوگ روپیہ جمع کرتے تھے اور یہ پاگل کہلانے والے اپنے اموال کو خدا کی راہ میں بکھیرتے تھے۔ لوگ اپنے آرام کے لئے مال جمع کرتے تھے اور یہ پاگل کہلانے والے ان مالوں کو تقسیم کرتے تھے۔ لوگ اپنے بچوں سے محبت کرتے تھے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کرتے تھے لیکن یہ پاگل اور دیوانے خدا کی راہ میں اپنے بچوں کو قربان کرتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ پاگل ہو گئے ہیں اس لئے ان کو اپنے بچوں سے محبت نہیں رہی۔ لوگ اپنی بیویوں سے جُدا نہیں ہونا چاہتے اور یہ پاگل کہلانے والے دین کی تبلیغ کے لئے اپنی بیویوں کو چھوڑ کر تبلیغ دین کے لئے دور دور نکل جاتے تھے۔ لوگ اُن کو مارتے اور یہ خدا کی راہ میں ماریں کھاتے اور پھر بھی خوش رہتے۔ غرض تمام وہ باتیں جو عقلمند لوگ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے یہ اس کے خلاف کرتے۔ سیاستدان بھی ان کو پاگل سمجھتے اور تاجر اور زمیندار لوگ بھی اُن کو پاگل سمجھتے تھے کیونکہ تاجروں کے نزدیک سب سے اہم بات یہ ہے کہ مالِ تجارت کی حفاظت کی جائے اور اسے بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن یہ پاگل کہلانے والے جائیدادوں اور اموال کی پروا نہ کرتے ہوئے وطن سے ہجرت کر جاتے اور تجارتوں کو چھوڑ جاتے تھے۔ پس لوگ ان کی حیرت انگیز قربانیوں کو دیکھ کر ان کو پاگل کہنا شروع کر دیتے تھے۔

لیکن ہماری جماعت کی ابھی یہ حالت نہیں ہوئی اور دنیا ابھی ہمیں پاگل اور مجنون نہیں کہتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی ہماری قربانیاں انبیاء کی جماعتوں کے معیار کو نہیں پہنچیں۔ بے شک بعض افراد نے شاندار قربانیاں پیش کی ہیں اور ہم ان کی قربانیوں کا انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن بعض افراد کا ایسی قربانیاں پیش کرنا ساری جماعت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا بلکہ

ہماری جماعت میں ایسی قربانیاں لاکھوں کی تعداد میں ہونی چاہئیں۔ سید عبد اللطیف شاہ صاحب شہید نے جو قربانی پیش کی ہے وہ اتنی عظیم الشان ہے کہ دنیا میں ایسی قربانیاں سوائے صحابہؓ کے اَور کسی نے نہیں کیں۔ وہ جب بیعت کر چکے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ میرے کان میں آواز آ رہی ہے کہ تیرے ملک کو تیری قربانی کی ضرورت ہے۔ عام لوگ اس زمانہ کو اپنے خیالوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ابھی قربانی کا زمانہ تو بہت دور ہے لیکن سید عبد اللطیف شاہ صاحب شہید نے قادیان سے ہی کہنا شروع کر دیا کہ میرا ملک میری جان کی قربانی مانگ رہا ہے۔ جونہی اپنے ملک میں پہنچے، جاتے ہی بادشاہ کو احمدیت کا پیغام دیا اور بعض کتابیں بھی مطالعہ کے لئے بھجوائیں۔ لیکن بادشاہ نے ملک کے علماء کے فرمان کے مطابق گرفتاری کا حکم دیا۔ جب گرفتاری کے لئے گورنر نے بلوایا تو آپ نے بڑے شوق سے باہیں آگے کر دیں اور فرمایا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تیرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ گرفتاری کے بعد جیسا کہ بعض معتبر اشخاص نے بیان کیا ہے اور ایک اٹالین انجینئر نے جو افغانستان میں ملازم تھا اپنی کتاب میں بھی لکھا ہے کہ سید عبد اللطیف سے کہا گیا کہ آپ بے شک یہی عقیدہ رکھیں لیکن آپ تقیہ کرلیں۔ لیکن آپ نے جواب دیا کہ مَیں کیوں تقیہ کرلوں۔ مَیں تو اِس وقت کا منتظر تھا۔ آپ نے ہر تجویز کو رد کر دیا تو آپ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ وہ چیز ہے جسے ہم قربانی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں بھی اور باہر بھی کئی افراد نے اس قسم کی قربانیاں پیش کی ہیں لیکن ضرورت تو اس بات کی ہے کہ ساری جماعت ایسی قربانیاں کرے اور ایسی قربانیوں کے لئے تیار ہو جائے اور ہماری جماعت کے بچے، جوان اور بوڑھے اور مرد اور عورتیں سب کے سب ایسی قربانیوں کے لئے تیار ہوں۔

اسلام روپیہ کمانے اور روپیہ جمع کرنے سے نہیں روکتا۔ اسلام زمینوں کی حفاظت سے نہیں روکتا لیکن اس کے ساتھ اسلام اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ جب اسلام کی طرف سے یہ آواز بلند کی جائے کہ اسلام کو تمہارے روپیہ اور تمہاری جائیدادوں کی ضرورت ہے تو پھر وہ چیزیں تمہاری نگاہ میں بے قدر ہو جائیں اور تم بِلا دریغ، ضرورتِ اسلام کے لئے ان چیزوں کو خرچ کر دو۔ اسلام میں روپیہ جمع کرنا منع نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے روپیہ جمع کیا ہوا تھا

تبھی تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جمع شدہ روپیہ گھر سے اٹھالائے۔ اگر آپ کے پاس ہوتا ہی کچھ نہ تو آپ لاتے کہاں سے۔ پس اسلام یہ نہیں کہتا کہ روپیہ جمع نہ کرو لیکن وہ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا جائے تو بلا دریغ اور بِلا چُون وچرا اس روپے کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دو۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت کی ترقی کے دن قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور جماعت کی ترقی ہمارے لئے قربانیوں کے مطالبہ کو زیادہ سخت کرتی جا رہی ہے۔ جماعت کو جو عظمت اور جو عزت حاصل ہوئی ہے یا جو عزت اور عظمت حاصل ہو گی وہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل کے نتیجہ میں ہے۔ ہماری کوششوں اور قربانیوں سے نہیں ہوئی۔ باوجود اِس کے کہ ہم لوگ قربانیوں میں کمزور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن ہماری جماعت کی عظمت بڑھتی جاتی ہے اور اب کئی ملک ایسے ہیں جو سیاسی طور پر ہماری جماعت سے خطرہ محسوس کرنے لگے ہیں اور اپنے ملکوں میں احمدیوں کو داخلے کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ مصر میں اب ہمارے کسی مبلغ کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ شام کی جماعت نے کوشش کی کہ وہاں جماعت کو تسلیم کیا جائے تو شامی گورنمنٹ نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ گو ظاہر طور پر تعصّب کا اظہار نہیں کیا کیونکہ وہ آزاد حکومت ہے اور آزاد حکومتیں یہ ظاہر نہیں کرتیں کہ وہ مذہبی تعصب کے نقطہ نگاہ سے روک رہی ہیں بلکہ کئی قسم کے بہانے تراش لیتی ہیں کہ پولیس کی رپورٹ ٹھیک نہیں ہے یا ایسا ہی کوئی اَور بہانہ بنا دیا۔ ایک اَور ملک میں ہم اپنا مبلغ بھیجنے کے لئے پاسپورٹ کی کوشش کر رہے تھے مگر وہاں کی گورنمنٹ نے جواب دے دیا ہے کہ یہاں کے مسلمان آپ کی جماعت کا داخلہ پسند نہیں کرتے اور چونکہ آپ کے مبلغ کے یہاں آنے سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں اس لئے آپ کو داخلے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیا عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کا ملک اور اس میں مسلمان کے داخلہ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس ملک میں سینکڑوں عیسائی مشنری داخل ہو چکے ہیں۔ ان کے داخلہ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل نہیں ہوتے۔ اصل بات یہ ہے کہ گورنمنٹ جانتی ہے کہ احمدی مبلغ عیسائیت کا مقابلہ کرے گا اور اس سے عیسائیت کو نقصان پہنچے گا اِس لئے بہتر ہے کہ اسے داخلہ کی اجازت ہی نہ

دی جائے۔ پس ایک طرف تو حکومتوں میں یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ احمدیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنا چاہئے اور دوسری طرف عَوَامُ النَّاس میں بھی خاص بیداری کے آثار نظر آرہے ہیں۔ اور ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر بھی لوگ احمدیت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اگر ایک طرف مخالفتیں زور پکڑ رہی ہیں تو دوسری طرف عَوَامُ النَّاس میں بھی احمدیت کے متعلق تحقیق کی رَو جاری ہے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک اور مشرق سے مغرب تک لوگوں میں بیداری اور توجہ کا احساس بہت بڑھ گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں بیک وقت جماعت کے لئے خطرہ معلوم ہوتی ہیں کیونکہ اگر جماعت قربانی کے اعلیٰ مقام پر نہ ہو تو وہ مخالفت کی شدت کو برداشت نہیں کر سکتی اور خطرہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے پھسل نہ جائے۔ اسی طرح اگر لوگوں میں زیادہ بیداری پیدا ہو جائے اور ہمارے پاس اتنے مبلغ نہ ہوں یا اگر مبلغ تو ہوں لیکن ان لوگوں کے پاس پہنچانے کے ذرائع ہمارے پاس نہ ہوں تو ایسے لوگ احمدیت کو قبول بھی کر لیں تو وہ احمدیت کی تعلیم سے پورے طور پر واقف نہیں ہوں گے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ احمدیت کے لئے تقویت کا موجب بنیں وہ قومی تنزل اور کمزوری کا موجب ہوں گے۔ پس حکومتوں کی مخالفت بھی خطرے کا موجب ہے اور وہ ملک اور وہ علاقے جو ہمارے لئے اپنے دروازے کھول رہے ہیں وہ بھی خطرے سے خالی نہیں کیونکہ اگر ہم ان علاقوں کے لئے مبلغین کا انتظام نہیں کرتے تو ہم خدا کے حضور کیا جواب دیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا مَیں نے تمہیں اشاعتِ اسلام کے لئے مقرر کیا لیکن فلاں فلاں علاقے نے تم کو اپنے ملک میں تبلیغ کی دعوت دی اور تم نے قبول نہ کی۔ بتاؤ اس وقت ہم کیا جواب دیں گے؟ جن لوگوں نے ہمیں دعوت نہیں دی اور وہ ہماری بات سننا پسند نہ کرتے تھے اس کے متعلق تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کو سنانا چاہتے تھے لیکن انہوں نے ہماری بات ہی نہیں سُنی۔ لیکن جو لوگ سننا چاہتے تھے اور ہم اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے ان تک نہیں پہنچ سکے اُن کے متعلق خدا کے حضور ہم کیا جواب دیں گے؟ یقیناً یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور ہم ایسے لوگوں کے متعلق بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

پس ہمارے دوستوں کو اپنے نفسوں کو ٹٹولنا چاہئے اور غور کرنا چاہئے کہ کیا ان کا نفس

اسلام کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں؟ ہر ایک احمدی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ سوچے کہ اس کا نفس اسلام کے لئے قربانی کے ہر مطالبہ کو پورا کرنے میں خوشی اور انبساط محسوس کرتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ اپنے نفس کو ایسا نہیں پاتا تو اُسے اپنے نفس کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ کسی وقت اسے ہلاکت کے گڑھے میں نہ گرا دے۔ جب تک ہم کُلّی طور پر دوسری دنیا سے قربانیوں میں فوقیت نہیں لے جاتے اُس وقت تک ہمارا اپنی منزل کے قریب پہنچنے کی خواہش کرنا بالکل عبث اور بے سود ہے۔ قربانی کے جتنے رستے اور جتنے مراحل ہیں اُن سب کا طے کرنا ضروری ہے۔ اور جو شخص قربانی کے ہر رستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے وہ شیطان کے آنے کے ہر رستہ کو بند کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ شیطان کے آنے کے بھی سینکڑوں رستے ہیں۔ ان سب رستوں کو بند کرنے کے لئے مومن کا فرض ہے کہ ہر رنگ میں قربانی پیش کرتا جائے اور شیطان کے رستہ کو مسدود کرتا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم پورے طور پر اپنے فرائض کو پہچانیں اور احمدیت جس رنگ میں ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے، ہم کرتے چلے جائیں تو ہم تھوڑے سے ہی عرصہ میں اپنے آپ کو اس مقام پر پائیں گے جو دنیا کو محوِ حیرت بنا دے گا۔ لیکن یہ چیز صرف باتوں اور منہ کی لاف و گزاف سے نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنے سے حاصل ہو گی۔ پس آج جماعت پر نازک وقت آگیا ہے اور ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے اور اپنے نفس کا بحیثیت قاضی کے محاسبہ کرے۔ اگر اس میں کمزوری اور غفلت پائے تو اسے مجرم قرار دیتے ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ جس شخص نے باوجود اپنے نفس کے مجرم ہونے کے اسے بری قرار دیا وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہو گا۔ کیونکہ جس طرح ایک چور مجرم ہے اسی طرح وہ جج بھی خدا تعالیٰ کا مجرم ہے جو ایک چور کو چور سمجھتے ہوئے بَری قرار دیتا ہے۔ جس طرح ایک خائن مجرم ہے اسی طرح وہ جج بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک مجرم ہے جو ایک خائن کو خائن سمجھتے ہوئے بَری قرار دیتا ہے۔ پس جس شخص نے اپنے نفس کو ٹٹولنے کے بعد باوجود اسے مجرم پانے کے اس کے حق میں فیصلہ دیا اور اصلاح کی طرف قدم نہ اٹھایا تو اس نے توبہ کا دروازہ اپنے اوپر خود بند کیا۔ لیکن جس شخص نے اپنے نفس کے خلاف فیصلہ دیا اور اسے مجرم گردانا تو اس کے لئے

توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

پس اپنے نفسوں کا اِس طرح محاسبہ کرو جس طرح ایک دکاندار ہر شام کو اپنی بِکری کا حساب کرتا ہے۔ اپنے نفسوں کو قربانیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ تیار کرو کیونکہ تیاری کے بغیر انسان کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اگر تم اپنے نفسوں کو قربانیوں کے لئے تیار نہیں کرو گے تو تم وہ کام نہیں کر سکتے جو خدا تعالیٰ نے تمہارے سپرد کیا ہے۔" (الفضل 22 اگست 1946ء)

1: بخاری کتاب فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بَابُ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم (الخ) میں یہ الفاظ ہیں "خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ"

2: السّجدۃ : 6

3: الحجر: 7